مباحثہ ومکالمہ

محمد عبداللہ *

دھڑ کٹی تصویر اور فقہِ حنفی

اگر کسی مسئلہ یا واقعہ کے شرعی حکم کے بارہ میں فقہا کا کوئی ایک نکتۂ نظر مشہور ہو جائے تو ضروری نہیں ہوتا کہ فی الواقع بھی اس مسئلہ میں اہل علم کا صرف ایک ہی نکتۂ نظر ہو اور وہ سب اس ایک رائے پر متفق ہوں جو اس مسئلہ کے شرعی حکم کے حوالہ سے زبان زدِ عام ہو چکی ہے۔ ایسے درجنوں مسائل کی نشان دہی کی جا سکتی ہے جن کے بارہ میں عوام تو عوام، اچھے بھلے سنجیدہ اور فہمیدہ لوگ بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا نظر آتے ہیں کہ یہ اختلاف سے ماورا، اجماعی اور متفقہ ومنصوص مسائل ہیں حالانکہ درحقیقت ان کے اندر اہلِ علم کی ایک سے زیادہ آراء موجود ہوتی ہیں۔ ہماری مراد اس سے وہ مسائل نہیں ہیں جن کے اندر کسی زمانہ میں علماءِ امت کا اختلاف تھا اور بعد میں اللہ کی کسی تکوینی حکمت کے تحت یا کسی ایک موقف کی قطعیت سامنے آنے کے بعد پوری امت ان کے اندر یک رائے ہوگئی، جسے اصول فقہ کے اندر ''اجماع من بعد الصحابة علی قول سبقهم فيه مخالف'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے(۱) کیونکہ یہ اتفاق بھی کسی نہ کسی درجہ میں بہرحال اجماع کے دائرہ میں ہی آتا ہے۔ ہمارا اِشارہ یہاں اُن ''مظلوم مسائل'' کی طرف ہے جو کبھی بھی اجماعی نہیں رہے، مگر ان کے اندر کسی ایک مکتبِ فکر کا نکتۂ نظر اس حد تک مشہور ہوا کہ علماء کی نظروں سے بھی اس مسئلہ کے اندر موجود ایک دوسرا نکتۂ نظر اوجھل ہو گیا اور اسی شہرت کے زیر اثر غلط طور پر یہ سمجھ لیا گیا کہ یہ اجماعی مسائل ہیں۔ اگر اجماع وقطعیت کا یہ دعوی کسی ایک دور کے علماء کی ذاتی تحقیق اور ان کے ذاتی اتفاقِ رائے کی حد تک ہوتا تو درست اور قابلِ فہم تھا، لیکن چونکہ سرے سے یہ دعوی کسی تحقیق یا زمینی حقائق پر مبنی ہی نہیں تھا اِس لیے کم علمی کی وجہ سے اس اتفاق کو ماضی وحال کی تمام وسعتوں تک محیط کر دیا گیا اور اس میں اُن اصحابِ نظر کو بھی شامل کر لیا گیا جنہوں نے واشگاف الفاظ میں اس مسئلہ کے اندر اپنے اختلافی نکتۂ نظر کا اظہار کیا تھا۔ پھر یہ ہوا کہ جب کوئی طالبِ علم جھاڑ پونچھ کر پرانے اکابرین میں سے ہی کسی مقتدر شخصیت کا اس مسئلہ میں اختلافی نکتۂ نظر میدان میں لے کر آیا تو اچھے اچھے صاحبانِ علم نے اس پر حیرت کے مارے انگلیاں منہ میں دبا لیں۔

ان مسائل کی ایک لمبی فہرست ہے جن پر ہم تفصیل سے گفتگو کسی موقع پر کریں گے۔ فی الحال ہمارے سامنے جو مسئلہ ہے، وہ تصویر کی حرمت کا ہے۔ یہ بھی انہی ''مظلوم مسائل'' میں سے ایک ہے۔ یہ درست ہے کہ تصویر کی حرمت

---

* mabdullah_87@hotmail.com

چودہ صدیوں میں امت کے ہاں اجماعی اور غیر مختلف فیہ رہی ہے، لیکن یہ اجماع تصویر کے مجمل شرعی حکم کی حد تک ہے۔ ذیلی جزئیات وتفصیلات سے اِس کا کوئی تعلق نہیں، جیسا کہ نماز کی فرضیت، اذان کی مشروعیت اور ربا کی حرمت بھی فقہاءِ امت کے مابین اتفاقی امور ہیں، لیکن یہ اتفاق ان کے فی الجملہ شرعی حکم تک محدود ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ضمنی تشریحات اور اجتہادی صورتوں کے ساتھ اِس اتفاق کا قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر اجماعی مسائل میں اجماع اور اتفاق کا پھیلاؤ بس اسی قدر رہی ہوتا ہے، فقہی تفریعات اور اصولی موشگافیاں عموماً اس کے دائرہ سے باہر ہی ہوتی ہیں۔ مسئلہ تصویر کی تفصیلات میں صرف ائمہ اربعہ کی مختلف آرا کا اجمالی مطالعہ کرنے کے لیے کتاب الفقہ علی المذاہب الأربعۃ کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ کلاسیکی فقہا میں سے صرف ائمہ اربعہ کا اس مسئلہ میں کتنا اختلاف ہے اور یہ جاننے میں آسانی ہوگی کہ حرمت تصویر کے اجماعی فتوی کے باوصف کتنی ہی قسم کی تصاویر اس فتویٰ سے مستثنیٰ ہیں؟

ہماری کھود کرید اور جانچ پڑتال کے مطابق جو تصاویر اِس فتوی سے مستثنی ہیں اور چاروں مذاہب میں بالاتفاق ان کے جواز کی گنجائش موجود ہے، ان میں جان داروں کی سر بریدہ تصاویر یا جسم کے صرف اتنے حصے کی تصاویر شامل ہیں جس کے ساتھ اس جان دار کا زندہ اور بقیدِ حیات رہنا ممکن نہیں ہوتا۔ شیخ عبدالرحمٰن الجزیریؒ احناف کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''الحنفية قالوا : ......وكذلك يجوز اذا كانت الصورة ناقصة عضوالايمكن ان تعيش بدونه كالرأس ونحوه'' (۲) مالکیہ کا مذہب بیان کرتے ہیں: ''المالكية قالوا: انما يحرم التصوير بشروط اربعة ......ثالثها : ان تكون كاملة الاعضاء الظاهرة التى لايمكن ان يعيش الحيوان او الانسان بدونها، فان ثقبت بطنها اورأسها او نحو ذلك فانها لاتحرم'' (۳) شوافع کے بارہ میں لکھتے ہیں: ''الشافعية قالوا:......وان كان مجسدا فانه يحل التفرج عليه اذا كان على هيئة لايعيش بها كأن كان مقطوع الرأس أوالوسط أو ببطنه ثقب'' (۴) نیز حنابلہ کا موقف نقل کرتے ہیں: ''الحنابلة قالوا:...... فاذاكان مجسدا ولكن ازيل منه مالاتبقى معه الحياة كالرأس ونحوها فانه مباح'' (۵) ان عبارات سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مذاہبِ اربعہ میں جان داروں کی ایسی نامکمل تصاویر کی گنجائش موجود ہے جو بغیر سر کے ہیں یا کسی اور ایسے عضو کے بغیر ہیں جس کے بغیر اس جان دار کا زندہ رہنا ممکن نہیں ہوتا۔

چونکہ ہماری گفتگو کا خاص موضوع اِس وقت فقہِ حنفی ہے، اس لیے ہم فقہِ حنفی کی نصوص کے حوالہ سے ہی اپنی بات مزید آگے بڑھاتے ہیں۔ احناف کے نزدیک تصویر کی کراہت کا ایک دائرہ اس کے عمومی استعمال کا ہے جبکہ دوسرا دائرہ نمازی کے قریب موجود ہونے کا ہے۔ اِن دونوں دائروں کی علیحدہ علیحدہ تفصیلات ہیں اور دونوں میں علتِ کراہت بھی مختلف ہے۔ علامہ ابنِ عابدینؒ لکھتے ہیں: ''علة حرمة التصوير المضاهاة لخلق الله ......وعلة كراهة الصلوة بها التشبه'' (۶) عمومی استعمال کے باب میں حرمتِ تصویر کی علت المضاهاة لخلق الله یعنی اللہ کی تخلیق کے ساتھ تشابہ، اس کی نقالی اور یک گونہ مقابلہ بازی ہے۔ یہ علت درج ذیل حدیث کے مضمون سے

اخذ کی گئی ہے:"ان اصحاب ھذہ الصور یعذبون یوم القیمة ، یقال لھم : احیوا ماخلقتم" (۷)نیز فرمایا: "من صور صورۃ فی الدنیا کلف یوم القیمة ان ینفخ فیھا الروح ،ولیس بنافخ" (۸)ان احادیث میں تصویر سازی کی اخروی سزا بیان کی گئی ہے کہ مصور کو روزِ قیامت اپنی تصاویر میں روح ڈالنے پر مجبور کیا جائے گا جو کہ اس کے بس میں نہیں ہوگا اور اس کی وجہ سے وہ بے بسی اور اضطرار کی جس تکلیف دہ اندرونی کیفیت سے دوچار ہوگا، وہی اس کی سزا ہوگی۔ حدیث کا مضمون واضح طور پر بتا رہا ہے کہ تصویر سازی صرف جان داروں کی ہی حرام ہے کیونکہ بے جان اشیا میں روح ڈالنے کے حکم کا کوئی معنی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود احادیث وآثار سے ہی بے روح اشیا کی تصویر سازی اور عکاسی کا جواز صراحتاً ثابت ہے اور نیز یہی وجہ ہے کہ چونکہ جان دار کی صورت گری ہی حرام ہے اس لیے بغیر سر کے کسی جان دار کی تصویر بنانا بھی حرام نہیں ہے کیونکہ بغیر سر کے کوئی ذی روح زندہ نہیں رہ سکتا اور اِس صورت میں وہ تصویر گویا کسی بے جان اور جامد چیز کی ہوگی جس میں روح نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں احناف کے نزدیک المضاھاۃ لخلق اللہ کی علت کا معنی ومفہوم اور حدود واربعہ بھی پوری طرح واضح ہوجاتا ہے کہ یہ علت کامل طور پر اسی صورت میں متحقق ہوگی کہ جب تصویر ذی روح کی ہو اور اس میں ان تمام ظاہری اعضا کی ضرور عکاسی کی گئی ہو جو اس کے وجود کے لیے لابدی اور مالا یعیش بدونہ کے درجہ میں ہیں۔ مطلق مضاہاتِ علتِ ممانعت نہیں۔ چنانچہ امام ابوجعفر طحاویؒ مقطوع الرأس تصویر کے جواز کے حق میں احادیث وآثار نقل کرنے کے بعد یہی نتیجہ اخذ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''فلما ابیحت التماثیل بعد قطع رؤسھا الذی لو قطع من ذی الروح لم یبق دل ذلك علی اباحة تصویر مالاروح له وعلی خروج مالاروح لمثله من الصور" (۹)۔(حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی بعض علما کی طرف اِس استدلال کو منسوب کرنے کے بعد سنن نسائی کی ایک حدیث کی روشنی میں اسی کو ترجیح دی ہے۔(۱۰)امام طحاویؒ کا یہی مدققانہ استدلال بعد میں فقہاءِ احناف کے مقطوع الرأس کے ساتھ ساتھ مقطوع عضوٍ لایعیش بدونہ کو بھی مستقل طور پر مباح تصاویر کی فہرست میں شامل کرنے کا سبب بنا۔ علاؤالدین الحصکفیؒ لکھتے ہیں: ''ولایکرہ لو کانت ......أو مقطوعة الرأس أوا لوجه أو ممحوۃ عضوٍ لاتعیش بدونه (۱۱)نیز شیخ احمد الطحطاویؒ لکھتے ہیں: ''قطع الرأس لیس بقید، بل المراد جعلھا علی حالة لاتعیش معھا مطلقا" (۱۲)مؤخر الذکر دونوں عبارات ''مکروھات الصلوۃ '' کے باب سے نقل کی گئی ہیں جس سے یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اِن تصاویر کی عدمِ کراہت کا تعلق محض نماز کے ساتھ ہے، لیکن یہ بات درست نہیں۔ جس طرح مقطوع الرأس تصویر عدمِ مضاہات کی وجہ سے عمومی استعمال کے لیے بلا کراہت جائز ہے، مقطوع مالایعیش بدونہ کے اندر بھی بعینہ اسی طرح مضاہات کی علت مفقود ہے، اس لیے اس کی عدمِ کراہت کو بھی محض نماز کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جاسکتا۔

البتہ سر کٹی تصویر کی طرح نہ تو ہم دھڑ کٹی تصویر (جس کی ضرورت آج قدم قدم پر مختلف امورِ دنیا میں پیش آتی ہے اور جو اس وقت ہماری تحقیق کا اصل موضوع ہے) کو قطعی طور پر جائز سمجھتے ہیں اور نہ ہی اہل علم سے اس کو بہر صورت جائز

سمجھنے کا تقاضا کرتے ہیں کیونکہ یہ ایک اجتہادی تخریج ہے، کوئی منصوص مسئلہ نہیں۔ اس لیے اس میں خطا وصواب کا امکان برابر موجود ہے اور اہل تحقیق کو اِس میں کراہت یا عدمِ کراہت کا کوئی ایک نکتۂ نظر اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔ ماضی میں بھی ہمارے حنفی فقہاء ہی کے مابین اِس تصویر کا جواز کوئی متفق علیہ امر نہیں رہا۔ فتاویٰ عالم گیری کی عبارت ملاحظہ فرمائیں: ''اختلف المشائخ فی رأس الصورة بلاجثة هل یکره اتخاذه والصلوة عنده؟'' (۱۳) نیز علامہ شامی لکھتے ہیں: ''قال القهستانی : فیه اشعاربأنه لاتکره صورة الرأس وفیه خلاف کما فی اتخاذها، کذا فی المحیط'' (۱۴) پاک وہند کے علماء میں اگرچہ جواز کے قول کو زیادہ پذیرائی حاصل نہیں رہی، مگر ثقہ علما نے ہمیشہ جواز کے ایک قول کا بہر حال اعتراف ضرور کیا ہے اور اِس تصویر کو متفقہ طور پر حرام کبھی نہیں کہا۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ امداد الفتاوی میں ردالمحتار کی ہی مذکور الصدر عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ اس میں بوجہ اختلاف کے ضرورت والے کو گنجائش ہے، گو غیر ضرورت والے کو بقاعدہ اذاتعارض المحرم والمبیح الخ منع کو ترجیح ہوگی۔'' (۱۵) ''نیز مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں: ''لیکن اگر ناقص تصویر میں چہرہ موجود ہو تو خواہ بدن باقی نہ ہو تو ایسی تصویر کا استعمال اکثر فقہا کے نزدیک جائز نہیں، مگر بعض حضراتِ حنفیہ اور اکثر مالکیہ اس کے استعمال کو بھی جائز فرماتے ہیں۔'' (۱۶)

مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے عدمِ جواز کی ترجیح ثابت کرنے کے لیے جواز کے موقف پر کئی اشکالات بھی وارد کیے ہیں (۱۷)، جبکہ ان سے قبل مولانا احمد رضا خان بھی اِس نکتۂ نظر پر بہت تفصیل سے ناقدانہ کلام کر چکے ہیں۔ (۱۸) اٹھائے گئے نکاتِ اعتراض میں سے ایک مشہور اعتراض یہ ہے کہ تصویر کے اندر اصل مقصود چہرہ ہوتا ہے، اس لیے جب تک چہرہ باقی رہے گا، اس وقت تک تصویر بھی باقی رہے گی اور حرمت کا حکم مرتفع نہیں ہوگا۔ یہ اعتراض بظاہر بہت معقول اور وزنی ہونے کے باوجود اپنی اصل میں بالکل قابلِ التفات نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تصویر کے اندر چہرہ کے ''اصل مقصود'' ہونے سے کیا مراد ہے؟ اگر یہی کہ لوگوں کے مقاصد اور ضروریات اسی قدر سے پورے ہوتے ہیں تو ہمارے خیال میں یہ چیز ممانعت کی کوئی شرعی وجہ نہیں۔ احناف کے نزدیک حرمت کی وجہ المضاهاة لخلق الله ہے، نہ کہ عرفِ عام کے اندر اس کا قابلِ اعتبار اور بامقصد ہونا یا لوگوں کی معاشرتی، قانونی اور حفاظتی ضروریات کے ایک خاص دائرہ میں اس کا کارآمد ہونا، بلکہ فقہا کے کسی بھی مکتبِ فکر کے نزدیک تصویر کے عدمِ جواز کی یہ علت نہیں۔ نیز اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اِس صورت میں صرف دھڑ کٹی تصویر کو ہی نہیں، سر کٹی تصویر کو بھی ناجائز ہی کہنا پڑے گا کیونکہ جس طرح محض چہرہ کی تصویر بعض اوقات مقصودِ اصلی اور لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے، بعینہ اسی طرح بعض اوقات صرف نچلے دھڑ کی تصویر بھی اصل مقصود کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ چہرہ کی تصویر اگر ایک فرد کا تعین کرتی ہے تو نچلے دھڑ کی تصویر جان داروں کی اصناف میں سے کسی ایک صنف کا تعین کرتی ہے۔ اگر مصور کا تخیل تصویر کے اندر جان داروں کی کسی خاص جنس کی عکاسی کا تقاضا کرتا ہے تو وہ اس کے چہرہ کو مدہم یا کسی دوسری چیز کے اندر مدغم کر کے بھی اپنا کام چلا سکتا ہے۔ اس صورت میں اس کا اصل مقصود چہرہ نہیں، بلکہ نچلا دھڑ قرار پائے گا۔ تو کیا ''مقصود'' ہونے کی وجہ سے اِس کو بھی ناجائز کہا جائے گا؟ حالانکہ بغیر سر کے نچلے دھڑ کی تصویر اجماعاً مباح ہے۔ (۱۹)

مکرر عرض ہے کہ ہمارا مقصود کسی ایک نکتۂ نظر کی ترجیح پر اصرار کرنا نہیں، بلکہ صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ازراہِ کرم مختلف فیہ مسائل کو اپنی کم علمی کی بھینٹ چڑھا کر اجماعی مت بنائیں۔ ایسا کر کے ہم دین کی کوئی خدمت سرانجام نہیں دے رہے۔ محض چہرہ کی تصویر اگر بعض علماء کے نزدیک جائز ہے تو آپ بے شک اپنی رائے کا کھل کر اظہار کریں، مگر اس کے اندر موجود اختلاف کا بھی اعتراف کریں اور دوسروں کو اپنی رائے کا مکلّف اور پابند بنانے کی بجائے، اختلاف کی وجہ سے اس مسئلہ میں جو شرعی گنجائش پیدا ہو رہی ہے، اپنے دیانت دارانہ موقف پر کاربند رہنے کے باوصف اختلاف الأمة رحمة اور الدين يسر کے تحت لوگوں کو اس سے مستفید ہونے دیں۔ فقہِ حنفی میں کئی ایسی نظائر موجود ہیں کہ جن کے اندر مسئلہ کے شرعی حکم میں ہمارے فقہا نے صرف اس لیے تخفیف کر دی کہ یہ مجتہد فیہ مسئلہ ہے اور اس میں بعض اہلِ علم کا اختلاف ہے (باوجود اس کے کہ ایک مجتہد صرف اپنے اجتہاد کا مکلّف ہوتا ہے، کسی دوسرے کی رائے کے لحاظ اور رعایت کا نہیں) مثال کے طور پر:

۱۔ نجاستِ خفیفہ کے تصور کو لے لیں۔ امام محمدؒ کے نزدیک حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کی تحقیقی رائے اس سلسلہ میں یہ ہے کہ یہ نجاست کے قبیل سے ہے، لیکن وہ اسے ہلکی نجاست (نجاستِ خفیفہ) کہتے ہیں۔ اس کی وجہ؟ صرف یہ کہ اِس کی نجاست کا حکم منصوص اور قطعی نہیں، بلکہ مجتہد فیہ ہے۔ (۲۰)

۲۔ ''عورتِ غلیظہ''، ''عورتِ متوسطہ'' اور ''عورتِ خفیفہ'' کی درجہ بندی کو لے لیں۔ احناف کے نزدیک مرد کے جسم میں ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ ستر ہے، مگر ان کے نزدیک گھٹنا معمولی، ران متوسط اور اعضاءِ رئیسہ بڑے درجہ کی ''برہنگی'' شمار ہوتے ہیں۔ (۲۱) بعد ازاں اس درجہ بندی کے اثرات فروعی احکام پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ میت کو غسل دیتے وقت غسال کی سہولت کے لیے صرف اس کے اعضاءِ رئیسہ (عورتِ غلیظہ) کو چھپا لینا ہی کافی ہے۔ (۲۲) نیز اگر کسی آدمی کا ستر کھلا ہوا ہے تو اِن درجات اور مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے ساتھ رویہ اختیار کیا جائے گا۔ گھٹنا یا ران کے کھلے ہونے کی صورت میں زیادہ سختی سے پیش آنا جائز نہیں۔ (۲۳) اس درجہ بندی کا پس منظر کیا ہے؟ کوئی آیت یا حدیث نہیں، محض اس کی ''مجتہد فیہ'' کی حیثیت ہی ہے کیونکہ شوافع کے نزدیک گھٹنا ستر میں شامل نہیں، جبکہ اصحابِ ظواہر کے نزدیک ران بھی اس میں شامل نہیں۔ البتہ چونکہ اعضاءِ رئیسہ کے ستر ہونے پر اتفاق ہے اس لیے اس کو عورتِ غلیظہ قرار دیا گیا ہے۔ (۲۴)

۳۔ اگر نفل نماز شروع کر کے توڑ دی جائے تو احناف کے نزدیک اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے، لیکن بعض صورتیں احناف کے نزدیک بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ وہ صورتیں ہیں کہ جن کے اندر اولاً نفل نماز کے صحیح طور سے شروع ہونے میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک اگرچہ تحریمہ صحیح ہو گیا تھا اور اس وجہ سے اِن صورتوں میں بھی ان کے نزدیک توڑے گئے دوگانہ کو واجب الاعادہ ہونا چاہئے تھا مگر فی الواقع ایسا نہیں۔ کیوں؟ صرف اس لیے کہ اصلاً اس تحریمہ کے صحیح ہونے میں اختلاف ہے۔ اگر نماز اُسی تحریمہ سے مکمل کر لیتا تو احناف کے نزدیک مستحقِ اجر ہوتا، لیکن اگر درمیان میں قطع کر دی ہے تو خلافِ قاعدہ اس کا اعادہ ضروری نہیں کیونکہ اُس تحریمہ کی صحت ''مظنون'' اور مجتہد فیہ ہے۔ (۲۵)

یہ تین مثالیں صرف ''عبادات وقربات'' کے باب سے نقل کی گئی ہیں جس کے اندر بالاتفاق احتیاط کا پہلو ملحوظ رکھنا مطلوب ہے۔ اگر اس باب کے اندر اسلافِ امت اور خصوصاً ہمارے فقہاءِ احناف اپنے موقف پر کاربند رہتے ہوئے محض مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے اتنی آسانیاں فراہم کر رہے ہیں تو معاشی، معاشرتی اور سماجی نوعیت کے مسائل میں اس پہلو کو ملحوظ رکھنا کس حد تک ضروری ہوگا؟ بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ سے معاملات کے باب میں لوگوں کی آسانی اور سہولت کے لیے ائمہ اربعہ میں سے کسی بھی امام کے مذہب پر فتویٰ دینے کا جواز بلکہ پسندیدگی منقول ہے۔ (۲۶)

ہمارے خیال میں ''الشریعہ'' کے مکتوب نگار مولانا سختی داد خوستی کو ان طالب علمانہ گذارشات کی روشنی میں اپنے مکتوب کے ان مندرجات پر نظر ثانی کر لینی چاہیے جن کے اندر وہ تصویر کی حرمت کو پوری شد ومد کے ساتھ متفق علیہ امر لکھ کر اکابرین وفاق سے اپنی اس نئی پالیسی کو تبدیل کرنے کا پرزور مطالبہ کرتے ہیں جس کے تحت امتحان کے شرکا کو داخلہ فارم کے ساتھ پاسپورٹ سائز کی تصویر جمع کرانے کا پابند بنایا گیا ہے۔ تاہم ان کا یہ شکوہ بجا ہے کہ ''ہم لوگ'' کل تک جس امر کو پوری قطعیت کے ساتھ حرام کہتے ہیں اور لوگوں کی ضروریات کا ذرا بھی اعتبار نہ کرتے ہوئے ان کے لیے اسے ''شجرۂ ممنوعہ'' قرار دیتے ہیں، بعد میں جب خود اپنے اوپر آن پڑتی ہے اور عملاً مشکلات کا سامنا کرتے ہیں تو "الضرورات تبیح المحظورات" کے تحت اسے جائز قرار دے دیتے ہیں۔ پہلے یہ شکوہ مولوی کو عوام سے ہوتا تھا، لیکن اب خود علماءِ کرام کے حلقے میں بھی یہی آوازیں سنائی دینے لگی ہیں۔ مولانا سختی داد نے جس شکوہ کا اظہار کیا ہے، یہ صرف ان کا نہیں، نوے فی صد سے زیادہ علماءِ کرام وفاق المدارس اور بڑے دینی مدارس کے تصویر کو ''ضرورت'' اور لازمی قرار دینے کی پالیسی پر بعینہ اسی طرح تشویش میں مبتلا ہیں اور یہ تشویش کسی حد تک بجا بھی ہے کیونکہ کل تک ہم ہی تھے جو شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دیگر امورِ دنیا میں تصویر کے ضرورت قرار دینے کو بلا جواز اور اور مسلمان حکمرانوں کے فسق وفجور پر محمول کرتے تھے۔ ایسے میں یہ سوال بالکل بدیہی ہے کہ اگر ریاستی اور بین الاقوامی معاملات میں تصویر کی ضرورت مسلمہ نہیں تھی تو ہمارے معمولی تنظیمی اور ادارہ جاتی امور میں یہ ضرورت کیسے متحقق ہوگئی؟ یہی گول مول پالیسیاں اور طرزِ عمل کی عدم یکسانیت بعد میں لوگوں کو ایسے معاملات پر از خود رائے زنی کا جواز فراہم کرتی ہے جو ہمیں گراں گزرتی ہے۔

حواشی

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیے:

المستصفی للغزالی ۱/۱۸۵۔ ط: مصری قدیم، (ایضا) فواتح الرحموت لبحر العلوم العلامۃ عبدالعلی ۲/۲۲۰۔ ط: مصری قدیم

(۲) الفقہ علی المذاہب الاربعہ، کتاب الحظر والاباحۃ (احکام التصویر) صفحہ نمبر ۴۳۳۔ ط: دار الغد الجدید، مصر

(۳) الفقہ علی المذاہب الاربعہ، کتاب الحظر والاباحۃ (احکام التصویر) صفحہ نمبر ۴۳۲۔ ط: دار الغد الجدید، مصر

(۴) الفقه على المذاهب الاربعه، كتاب الحظر والاباحة (احكام التصوير) **صفحہ نمبر ۴۳۳۔ ط**: دارالغدالجديد، مصر

(۵) الفقه على المذاهب الاربعه، كتاب الحظر والاباحة (احكام التصوير) **صفحہ نمبر ۴۳۳۔ ط**: دارالغد الجديد، مصر

(۶) ردالمحتار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، **۱/ ۴۷۹۔ ط: مصری قدیم**

(۷) صحيح البخاری، كتاب اللباس (باب من كره القعود على الصور)، **حدیث نمبر ۵۹۵۷**

(۸) صحيح البخاری، كتاب اللباس (باب من صور صورة كلف يوم القيمة ......)، **حدیث نمبر ۵۹۶۳**

(۹) شرح معانی الآثار، كتاب الكراهية (باب الصور تكون فی الثياب) **۴/ ۱۰۰۔ ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی**

(۱۰) **ان کی عبارت یہ ہے:**''وفی رواية النسائی : اما أن تقطع رؤسها أو تجعل بسطا توطأ، وفی هذاالحديث ترجيح قول من ذهب الی أن الصورة التی تمتنع الملائكة من دخول المكان التی تكون فيه باقية علی هيئتها مرتفعة غير ممتهنة ، فأما لو كانت ممتهنة أوغير ممتهنة لكنها غيرت من هيئتها اما بقطعها من نصفها أو بقطع رأسها فلاامتناع (فتح الباری **۱۰/ ۴۸۰۔ ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی**)

(۱۱) الدرالمختار، باب ما يفسد الصلوة ومايكره فيها ، **۱/ ۴۷۹، ۴۸۰۔ ط: مصری قدیم**

(۱۲) حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالايضاح ، فصل فی المكروهات من الصلوة ، **صفحہ نمبر ۱۹۹۔ ط: مصری قدیم**

(۱۳) الفتاوی الهندية ، كتاب الكراهية (الباب الرابع) **۵/ ۳۱۵۔ ط: مصری قدیم**

(۱۴) ردالمحتار، باب ما يفسد الصلوة ومايكره فيها، **۱/ ۴۷۹۔ ط: مصری قدیم**

(۱۵) **امداد الفتاوی، غناؤ مزامیر اور لہو ولعب وتصویر کے احکام ۴/ ۲۵۳۔ ط: مکتبہ دارالعلوم کراچی**

(۱۶) **تصویر کے شرعی احکام، صفحہ نمبر ۸۶۔ ط: ادارۃ المعارف، کراچی**

(۱۷) **تصویر کے شرعی احکام، صفحہ نمبر ۸۷۔ ط: ادارۃ المعارف، کراچی**

(۱۸) **فتاوے رضویہ ۲۴/ ۵۷۸، ۵۸۹۔ ط: رضا فاؤنڈیشن، لاہور**

(۱۹) **تصویر کے شرعی احکام، صفحہ نمبر ۴۴۔ ط: ادارۃ المعارف، کراچی**

(۲۰) الهداية، باب الأنجاس وتطهيرها **۱/ ۱۳۲۔ ط**: مكتبة البشری

(۲۱) ردالمحتار، باب شروط الصلوة **۱/ ۳۰۱۔ ط: مصری قدیم**

(۲۲) الهداية، باب الجنائز (فصل فی الغسل) **۱/ ۴۰۸۔ ط**: مكتبة البشری

(۲۳) ردالمحتار، باب شروط الصلوة **۱/ ۳۰۱۔ ط: مصری قدیم**

(۲۴) فتح الباری **۱/ ۶۳۳۔ ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی (ایضا)** كتاب الفقه علی المذاهب الاربعه، كتاب الصلوة (مبحث ستر العورة فی الصلوة)، **صفحہ نمبر ۱۱۱۔ ط**: دارالغدالجديد

(۲۵) الهداية ، باب سجود السهو **۱/ ۳۳۷، ۳۴۰۔ ط**: مكتبة البشری

(۲۶) **ملفوظات حکیم الامت ۶/ ۲۱۴۔ ط: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان**